

## شرعی رخصتیں اور ان کا حکم

قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

رخصت کا مسئلہ شرعی مسائل میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ چوں کہ انسان کمزور پیدا ہوا ہے اور بسا اوقات وہ مشقتوں کو برداشت نہیں کر پاتا ہے، اور اس کو ایسے عذر پیش آتے ہیں جو واجبات کی ادائیگی اور محرمات سے پرہیز کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں، اور چوں کہ اسلام دین فطرت ہے اور اللہ تعالیٰ طاقت اور کمزور، تندرست اور بیمار، قادر اور معذور کو اچھی طرح جانتا ہے، چنانچہ دین فطرت کا تقاضا ہے کہ ان مختلف حالات کی رعایت کی جائے اور ہر حال میں ایسا حکم صادر کیا جائے جو اس حال کے مناسب ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا اَلًا وَّ سَعَةً**، اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا (البقرہ ۲: ۲۸۶)۔

چنانچہ جب کوئی مکلف، عزیمت پر عمل کرنے کی قدرت نہیں پاتا تو وہ اسے ایسے پہلو پر عمل کرنے کی اجازت دیتا ہے جس میں اس کے لیے آسانی ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام عزیمت ہیں اور بعض رخصت۔ رخصت، عزیمت کی ضد ہے، اس لیے رخصت پر بحث کرنے سے قبل عزیمت کا جاننا ہمارے لیے ضروری ہے۔

### عزیمت

عزیمت کے معنی لغت میں سنجیدگی اور عمل کے پختہ ارادہ کے ہیں۔ ابن منظور، لسان العرب میں لکھتے ہیں: العزم العزم کے معنی جد (سنجیدگی) کے ہیں، اور عزم علی الامر عزمًا، اراد فعله، یعنی اس نے فلاں کام کرنے کا ارادہ کیا۔ لیٹ کتے ہیں: عزم اس فعل کو کہتے ہیں جس کے کرنے کا تم نے دل سے ارادہ کر لیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ تم و ترکی نماز کس وقت پڑھتے ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ رات کے پہلے حصے میں۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ رات کے آخری حصے میں۔ تو رسول اللہؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ تم نے احتیاط پر عمل کیا، اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم نے عزیمت پر عمل کیا۔ آنحضرتؐ کی

مراد یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو نیند کی وجہ سے و تزوت ہونے کا اندیشہ ہوا، لہذا انھوں نے احتیاط سے کام لیا، اور تزکو نیند پر مقدم کیا۔ اور حضرت عمرؓ کو یہ اعتماد ہوا کہ وہ قیام لیل پر قادر ہیں، لہذا انھوں نے و تزکو موخر کیا۔ وہ عزم جو احتیاط سے خالی ہو، اس میں کوئی خیر نہیں ہے، اور اگر قوت کے ساتھ احتیاط نہ ہو تو وہ صاحب قوت کو باکت میں، ال دین ہے۔ اور مالفلان عزیمة کے معنی ہیں کہ فلاں شخص جس بات کا عزم کرتا ہے اس پر ثابت نہیں رہتا۔

امام غزالی مستصفیٰ میں فرماتے ہیں: عزم پختہ ارادہ کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَسَيَ وَكَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا- ای قصداً بلیغاً، یعنی مضبوط ارادہ۔ بعض رسولوں کو طلب حق میں ان کے مضبوط قصد کی وجہ سے اولو العزم کہا گیا۔

### رخصت

لغت میں رخصت کے معنی نرمی اور ہلکا کرنے کے ہیں۔ ”رخص کے معنی نرم و نازک چیز کے ہیں اور رخص غلا (منگائی) کی ضد ہے۔ رخص السعر، یعنی نرخ کا سستا ہونا، لسان العرب: اصطلاح میں رخصت کے معنی ہیں، بعض چیزوں میں اللہ تعالیٰ کا بندوں کے لیے تخفیف کرنا۔ صاحب مصباح لکھتے ہیں: حکم میں سہولت پیدا کرنا۔ شریعت جب کسی معاملہ میں آسانی پیدا کرے اس موقع پر کہا جاتا ہے رخص الشرع۔ آدمی کہتے ہیں: ”رخصت کے معنی تیسیر اور تسہیل کے ہیں۔ اسی وجہ سے نرخ سستا ہونے کی حالت میں کہا جاتا ہے: رخص السعر بھاؤ کم ہو گیا،“ (الاحکام، ۱/۱۱۳)۔ سبکی کہتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کی رخصت کا مطلب اس کا اپنے بندوں پر آسان کرنا، اور اہل لغت کے کام کا تقاضا یہی ہے۔“

پس حاصل یہ ہے کہ رخصت لغت میں سہولت، مسامحت اور آسانی کا پہلو ہے، اور عزیمت عمومی احوال کا پہلو ہے جو سنجیدگی، قوت، صبر اور پختگی کا تقاضا کرتا ہے۔

### عزیمت کے اصطلاحی معنی

ان دونوں لفظوں کے شرعی اور اصطلاحی استعمال میں لغوی معنی کی رعایت ملحوظ ہے۔ آدمی کہتے ہیں: ”عزیمت نام ہے ان احکام کا جو اللہ تعالیٰ کے لازم کرنے سے بندوں پر لازم ہوتے ہیں، مثلاً پانچوں عبادتیں، نماز، روزہ وغیرہ،“ (الاحکام، ۱/۱۳)۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں: ”عزیمت ایسے احکام کا نام ہے جو بندوں پر اللہ کے واجب کرنے سے واجب ہوئے ہوں،“ (المستصفیٰ،

حاصل یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے مکلف بندوں کے لیے عام قانون کی حیثیت سے ابتداء مشروع کیے ہوں، اور ان میں نئے حالات، پیش آنے والے حوادث و اعذار اور اضطراری ضرورتوں کی رعایت نہ کی گئی ہو، وہ عزیمت ہیں، مثلاً نماز، ذکوٰۃ اور ان جیسے دوسرے احکام کی

فریضت اور شراب، جوا، زنا اور ان جیسے دوسرے ممنوعات کی حرمت، اسی طرح ان احکام کی مشروعیت جن کا تعلق لوگوں کے معاملات سے ہے، مثلاً بیع، اجارہ اور مضاربت وغیرہ۔ اسی طرح وہ احکام جو لوگوں کو جرائم سے باز رکھنے کے لیے مشروع کیے گئے ہیں مثلاً حدود، قصاص اور کفارات وغیرہ۔

### رخصت کے اصطلاحی معنی

جہاں تک رخصت کا تعلق ہے، وہ بدیہی طور پر معروف و مشہور ہے۔ اس کے باوجود علماء اصول نے رخصت کی مختلف تعریفیں کی ہیں: آمدنی نے درج ذیل تعریف کو پسند کیا ہے: ”رخصت وہ احکام مشروع ہیں جو حرمت کا سبب موجود رہتے ہوئے بھی کسی عذر کی وجہ سے جائز قرار دیے گئے ہوں“ (الاحکام، ۱/۱۱۴)۔ شاطبی کہتے ہیں: ”رخصت ہر وہ حکم ہے جسے کسی سخت عذر کی بنیاد پر کسی ایسے حکم کلی سے مستثنیٰ کر کے جائز قرار دیا گیا ہو، جو اس کے ممنوع ہونے کا تقاضا کرتا ہو، لیکن اس کے جواز کو مواقع حاجت تک محدود رکھا گیا ہو“ (الموافقات، ۱/۳۳)۔ قاضی بیضاوی منہاج میں کہتے ہیں: ”اگر کوئی حکم، دلیل کے خلاف، عذر کی وجہ سے ثابت ہو، تو رخصت ہے ورنہ عزیمت۔ مثلاً مضطر کے لیے مردار کا کھانا اور مسافر کے لیے نماز میں قصر کرنا اور روزہ افطار کرنا۔ یہ حکم و وجوب کا ہو یا استحباب کا یا محض اباحت کا“۔ شاشی لکھتے ہیں: ”رخصت، مکلف کے عذر کی وجہ سے حکم کو سختی سے آسانی کی طرف پھیلتا ہے“ (اصول الشاشی، ۱/۳۸۵)۔ تیسیر النحویہ میں بعض احناف سے یہ تعریف نقل کی گئی ہے: ”رخصت ان احکام کا نام ہے جن میں دشواری کو بدل کر آسانی اختیار کی گئی ہو“۔

یہ تمام تعریفیں معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ بیضاوی کی تعریف سب سے بہتر اور جامع ہے۔ کیوں کہ تعریف میں لفظ ”حکم“، جنس ہے، جس میں رخصت اور عزیمت دونوں شامل ہیں۔ جہاں تک لفظ ثابت کی بات ہے تو ثبوت کے لیے دلیل کی ضرورت پڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ رخصت کے لیے ثبوت اور دلیل ضروری ہے۔ ”دلیل کے خلاف“ کہنے کی وجہ سے اس تعریف سے عزیمت نکل گئی۔ اسی طرح اس سے ہر وہ حکم نکل جائے گا جو دلیل کے موافق ثابت ہوا ہو اور اس حکم کو روکنے والی کوئی دلیل نہیں پائی گئی ہو۔ تو اس صورت میں رخصت کی اباحت دلیل کے خلاف ثابت نہیں ہوئی۔ اسی طرح اس سے وہ حکم نکل جائے گا جو کسی منسوخ حکم کو ناسخ کرنے والی دلیل سے ثابت ہو، کیوں کہ منسوخ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح وہ حکم اس تعریف میں داخل نہیں ہو گا جو مرجوع دلیل کے مخالف راجح دلیل سے ثابت ہو، کیوں کہ مرجوع کوئی دلیل نہیں ہے۔ نیز بیضاوی کا قول ”المعذر“ عام ہے، جو ضرورت اور حاجت دونوں کو شامل ہے اور یہ امام شاطبی کی لگائی

ہوئی شرط ”لعذر شاق“ کے خلاف ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ نیز اس تعریف سے شرعی موانع نکل گئے، مثلاً حیض وغیرہ کیوں کہ یہ موانع مشروعیت کو روکتے ہیں۔

### رخصت کی مشروعیت

علماء کا شریعت میں رخصت کے معتبر ہونے پر اجماع ہے اور کتاب اللہ میں حرج اور تنگی کو احکام میں آسانی پیدا کرنے کا مناسب سبب تسلیم کیا گیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ اللَّهُ تَعَالَىٰ كُوِيَه مَنظور نَمِيَه بَه كَه تَم پَر كُوِيَه تَنگِي ذَالِيَه (المائدہ ۵: ۶)۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ، اس نے تَم پَر دِين مِيَه كُيَه قِسْم كِي تَنگِي نَمِيَه كِي (الاح ۲۲: ۷۸)۔ لَيْسَ عَلَيَّ الْعَمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَيَّ الْعَوَجُ حَرَجٌ، نَه تَوَانِدِه هَه آدَمِي كَه لِيَه كُوِيَه مَضَاقَفَه هَه اَوْر نَه لَنگُرَه آدَمِي كَه لِيَه كُيَه مَضَاقَفَه هَه (الفتح ۳۸: ۱۷)۔

یہ تمام آیتیں واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ دینی امور میں حرج و تنگی کو دور کرنا شریعت میں

معتبر ہے اور یہ کہ تخفیف اور آسانی پیدا کرنا ایک جائز اور پسندیدہ امر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، اللہ كو تَمَهَارَه سَاَتَه آسَانِي كَرْنَا مَنظور هَه اَوْر تَمَهَارَه سَاَتَه دَشَوَارِي مَنظور نَمِيَه (البقرہ ۲: ۱۸۵)۔ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يَخْفِفَ عَنْكُمْ وَخَلَقَ الْإِنْسَانَ ضَعِيفًا، اللہ تَعَالَىٰ كُوِيَه تَمَهَارَه سَاَتَه تَخْفِيْفَ مَنظور هَه اَوْر اِنْسَان كَزور پيدا كيا گیا هَه (النساء ۴: ۲۸)۔

اسی طرح سنت رسولؐ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ اہم اصول معتبر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”میں سیدھے اور آسان دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں“۔۔۔ (احمد)۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو حکموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپؐ نے ان دونوں میں سے آسان ترکو اختیار فرمایا جب تک کہ اس میں گناہ نہ ہو (بخاری، مسلم)۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس کی رعایتوں پر عمل کیا جائے جس طرح اسے عزیمتوں پر عمل کیا جانا پسند ہے“ (احمد)۔ آپؐ نے دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا: ”بے شک یہ دین آسان ہے اور جو شخص بھی دین میں شدت اختیار کرے گا وہ مغلوب ہو گا“ (بخاری، مسلم)۔ نیز رسول اللہؐ نے مختلف مواقع پر آسانی کا حکم دیا اور سختی سے منع فرمایا: ”تم آسانی پیدا کرو، سختی مت پیدا کرو، خوش خبری سناؤ، نفرت مت دلاؤ“ (بخاری، مسلم)۔

”تم آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، تنگی پیدا کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے“ (بخاری،

رخصت کی اقسام اور اس کی مثالیں

علمائے اصول نے رخصت کی اقسام بیان کی ہیں اور مختلف لحاظ سے ان کی تقسیم کی ہے۔ پہلی تقسیم: احکام شرعیہ کے اعتبار سے: یہ وہ تقسیم ہے جسے شوافع، مالکیہ اور حنبلیہ کے عام علمائے اصول نے اختیار کیا ہے۔ اسے ”تقسیم شافعی“ کہا جاتا ہے، لیکن ان کے درمیان اس کی تفصیلات کے سلسلے میں قدرے اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض علمائے اصول کی رائے یہ ہے: اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) واجب، (۲) مستحب، (۳) وہ رخصت جس کا چھوڑنا اس پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

امام نووی کہتے ہیں: ”رخصت کی تین قسمیں ہیں۔ رخصت کی پہلی قسم وہ ہے جس کا کرنا واجب ہے: مثلاً کسی شخص کے گلے میں لقمہ اٹک گیا اور اسے حلق سے نیچے اتارنے کے لیے شراب کے سوا کوئی دوسری چیز میسر نہیں ہے تو شراب کے ذریعہ اسے حلق سے نیچے اتارنا اس پر واجب ہو گا۔ یا مثلاً کوئی شخص حالت اغطرار میں مردار اور دوسری نجاستوں کے کھانے پر مجبور ہو جائے تو ایسی صورت میں مفتی بہ قول کے مطابق جمہور علمائے نزدیک اس شخص پر واجب ہو گا کہ مردار اور نجاست کے ذریعہ اپنی جان بچائے۔ اگرچہ ہمارے بعض علمائے شوافع کا قول یہ ہے کہ یہ محض جائز ہے واجب نہیں۔“

”رخصت کی دوسری قسم رخصت مستحبہ ہے: مثلاً سفر میں نماز قصر کرنا اور جن لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو ان کے لیے انظار کرنا۔“

”تیسری تقسیم وہ رخصت ہے جس کا چھوڑنا اس پر عمل کرنے سے بہتر ہے: مثلاً موزوں پر مسح کرنا، اس شخص کے لیے تیم کرنا جو پانی کو اس کی صحیح قیمت سے زیادہ پر فروخت ہوتے ہوئے پائے اور حالت سفر میں اس شخص کے لیے انظار کرنا جسے روزہ سے ضرر نہ پہنچتا ہو۔ ابو سعید متولی امام غزالی نے ”بسیط میں حالت سفر میں جمع بین الصلوٰتین کو اسی قسم میں شامل کیا ہے۔ اور امام غزالی نے اس بات پر علما کا اتفاق نقل کیا ہے کہ جمع بین الصلوٰتین کا ترک افضل ہے، بخلاف نماز کے قصر کے“ (الاصول والضوابط، ص ۳۷-۳۹)۔

بیضاوی نے بھی یہی تین اقسام والی تقسیم کو اختیار کیا ہے۔ لیکن تقسیم پر اتفاق کے باوجود، ان کی اقسام کی نوعیت میں دونوں کے درمیان اختلاف ہے۔ نووی نے تیسری تقسیم کو مباح کے بجائے خلاف اولیٰ قرار دیا ہے اور بیضاوی نے اسے مباح کہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ اختلاف محض لفظی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ مباح اور خلاف اولیٰ ایک دوسرے کے مترادف نہیں ہیں جیسا کہ اصحاب فقہ و افتاء پر مخفی نہیں ہے۔

علمائے اصول نے چوتھی قسم کا بھی اضافہ کیا ہے۔ صاحب شرح جلال کہتے ہیں: ”رخصت یا تو

واجب ہوگی یا مستحب یا مباح یا خلاف اولیٰ۔ قسم اول کی مثال حالتِ اضطراب میں مردار کے کھانے کا واجب ہونا ہے۔ اگرچہ اس کا اصلی حکم حرمت ہے اور حرمت کا سبب مردار کا خبث ہے اور یہ سبب اضطراب کی حالت میں بھی قائم رہتا ہے۔ مگر اس حالت میں اس کے کھانے کے واجب ہونے میں بمقابلہ اس کے حرام ہونے کے زیادہ سہولت ہے۔ چونکہ واجب پر عمل کرنے کی صورت میں انسانی جان ضائع ہوتی ہے اور انسانی جان کی حفاظت مقاصد شریعت میں سے ہے اس لیے حرمت کے مقابلے میں اس کے استعمال کو واجب قرار دینے میں انسانوں کے لیے زیادہ سہولت ہے۔ دوسری قسم کی مثال مسافر کے لیے قہر کا مستحب ہونا ہے۔ یہاں اصل حکم قہر کی حرمت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے اتمام کا سبب جو دخول وقت ہے اور سفر میں بھی قائم رہتا ہے مگر مسافر کے لیے عذر سفر کی مشقت ہے۔ تیسرے کی مثال بیع سلم کا مباح ہونا ہے جو ایسی معدوم چیز کی بیع ہے جس کی صفت بیان کر دی جاتی ہے اور وہ ذمہ میں واجب ہوتی ہے۔ اس کا اصلی حکم حرمت ہے جس کا سبب دھوکہ ہے جو عقد سلم میں موجود رہتا ہے مگر چونکہ سلم کا معاملہ کرنے والا اناج کے تیار ہونے سے پہلے اس کی قیمت کا ضرورت مند ہوتا ہے اس ضرورت اور عذر کی بنا پر عقد سلم کی مشروعیت ہوئی۔ چوتھے کی مثال رمضان میں مسافر کے لیے انظار کا خلاف اولیٰ ہونا ہے۔ اس کا اصلی حکم بھی حرمت ہے جس کا سبب ماہ رمضان کا موجود ہونا ہے اور یہ سبب سفر کی حالت میں باقی رہتا ہے مگر مشقت سفر کے عذر کی وجہ سے انظار کی اجازت دی گئی۔“ (شرح الجلال علی الجمع، ص ۱۲۳/۱)۔

امام سیوطی نے پانچویں قسم کا اضافہ کیا ہے اور وہ کبروہ ہے: مثلاً تین مرحلوں سے کم مسافت کا سفر کرنے والے کے لیے قہر کرنا (الاشاد و النطان)۔ بعض محققین شوافع کی رائے یہ ہے کہ واجب رخصت کی کوئی قسم نہیں ہے کیوں کہ رخصت کی حقیقت کسی چیز کو مباح اور آسان کرنا ہے اور وجوب میں ایسی پختگی پائی جاتی ہے جو عزیمت کا تقاضا کرتی ہے۔ امام اعرین کو وجوب کے رخصت ہونے میں تردد ہے۔ کیا ہر ای کہتے ہیں: ”ضرورت کے وقت مردار کا کھانا رخصت نہیں ہے بلکہ وہ عزیمت واجب ہے۔ اگر کوئی مضطر مردار کے کھانے سے باز رہا اور مر گیا تو وہ گنہ گار ہو گا۔ کیا ہر ای فرماتے ہیں کہ مردار کا کھانا سفر کی رخصتوں یا اس کے متعلقات میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ضرورت کے نتائج سے ہے۔

امام زرکشی اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابن دقیق العید کہتے ہیں: ”رخصت کی قسم واجب لزوم اور تاکید کی وجہ سے عزیمت ہونے کا تقاضا کرتی ہے... حکم اصلی کو ساقط کرنے والی دلیل کے پائے جانے کی وجہ سے ہم اسے رخصت کہتے ہیں اور اس کے واجب ہونے کے اعتبار سے اس کا نام عزیمت رکھتے ہیں“ البحر المحیط۔

یہ ابن دقیق العید کا بیان کردہ ایک پارک نکلتے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حرمت کے حکم کے ختم ہونے اور حرام چیز کے مباح ہونے میں سختی اور دشواری کا سہولت سے بدلنا ہے 'باوجودیکہ حرمت کی دلیل قائم ہے۔ یہ عین رخصت ہے۔ مگر جہاں تک جان بیاک ہونے کے خوف سے مضطر کے لیے مردار کے استعمال کے واجب ہونے کا مسئلہ ہے 'تو وہ دوسرے اصول پر مبنی ہے۔ تو جو چیز مباح تھی 'جان بچانے کی غرض سے اس کی اباحت و جوب سے بدل گئی 'لہذا یہ عزیمت ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ امام غزالیؒ کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے "المستصفیٰ" میں اس مسئلہ میں وہ بات فرمائی جو سب سے زیادہ معتدل اور مناسب ہے۔ "اگر کوئی شخص کہے کہ رخصت کی ایک قسم وہ ہے جس کے چھوڑنے سے انسان گنہگار قرار پاتا ہے 'مثلاً حالت اغضار میں مردار کا نہ کھانا 'اور بیاکت کے خوف کی حالت میں افطار نہ کرنا۔ اور دوسری قسم وہ ہے جس کے ترک سے گنہگار قرار نہیں پاتا ہے 'مثلاً سفر میں روزہ افطار کرنا اور نماز میں قصر کرنا 'اور مکہ کا زبان سے کلمہ کفر کا ادا نہ کرنا 'اور جسے خودکشی پر مجبور کیا جائے اس کا خودکشی سے باز رہنا۔ پس جس چیز پر عمل کرنا واجب ہے اسے رخصت کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟ اور رخصت کی اقسام کے درمیان باہم فرق کیسے کیا جائے گا؟ تو ہم جو اب میں کہیں گے کہ واجب ہونے کے باوجود اس کا رخصت نام رکھا جانا اس حیثیت سے ہے کہ اس میں سہولت ہے۔ کیوں کہ انسان کو پیاس کی وجہ سے اپنی جان کو بیاک کر لینے کا مکلف نہیں بنایا گیا ہے 'اور اسے اس کی اجازت دی گئی ہے کہ شراب کے ذریعہ اپنی جان بچائے اور شراب پینے پر شریعت میں جو سزا مقرر ہے وہ معاف کر دی گئی ہے۔ مگر اس کے ترک میں سزا واجب ہونے کی حیثیت سے عزیمت ہے" (ص ۱/۹۹۱)۔

دوسری تقسیم: حقیقت اور مجاز کے لحاظ سے: احناف نے رخصت کی دو قسمیں بیان کی ہیں: (۱) رخصت حقیقی (۲) رخصت مجازی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ اس طرح سے رخصت کی چار قسمیں ہوتی ہیں: احناف کے نزدیک یہ تقسیم راجح اور مشہور ہے۔ حافظ الدین نسفی المناد اور اس کی شرح کشف الاستار میں فرماتے ہیں: "رخصت فی چار قسمیں ہیں: دو قسمیں حقیقت کی ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے مقدم ہے 'اور دو قسمیں مجاز ہیں جن میں سے ایک دوسرے سے زیادہ کامل ہے۔ حقیقت کی دو قسموں میں سے مقدم وہ حکم ہے جو سب حرمت اور اس کے حکم کے پائے جانے کے باوجود مباح ہے۔ مثلاً وہ شخص جسے کفری کلمہ کہنے پر مجبور کیا جائے 'اور وہ شخص جسے رمضان میں افطار پر اور احرام کی حالت میں ممنوعات احرام میں سے کسی کام کرنے پر مجبور کیا جائے 'اسی طرح مضطر کے لیے غیر کامل کھانا۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ عزیمت پر عمل کرنا افضل ہے 'یہاں تک کہ اگر اس نے شریعت کی دی ہوئی رخصت پر عمل نہیں کیا 'اور عزیمت پر قائم

رہا جس کی وجہ سے وہ قتل کر دیا گیا، تو شہید ہو گا....“

دوسری قسم وہ احکام ہیں جو اسباب کے پائے جانے کے باوجود مباح ہیں، مگر ان اسباب کے احکام موخر کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً مسافر جتنے روزہ نہ رکھنے کی رخصت کی وجہ سے 'عزیمت پر عمل کرنا یعنی روزہ رکھنا اولیٰ ہے۔ تو اس صورت میں عزیمت کے اندر ایک حیثیت سے رخصت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ الایہ کہ روزہ مریض اور مسافر کو کمزور کر دے (تو ایسی صورت میں رخصت پر عمل کرتے ہوئے افطار کرنا افضل ہو گا)۔ اور مجاز کی دونوں قسموں میں سے جو زیادہ کامل ہے اس کے ذیل میں وہ سخت احکام آتے ہیں، جو پچھلی امتوں پر عائد کیے گئے تھے اور اس امت سے ساقط کر دیے گئے۔ اس قسم کے احکام پر مجازاً رخصت کا اطلاق ہوتا ہے کیوں کہ اب اصل حکم مشروع نہیں رہا۔ اور چوتھی قسم وہ احکام ہیں جو فی الجملہ مشروع ہونے کے باوجود بندوں سے ساقط کیے گئے ہوں، مثلاً سفر میں نماز کا قصر کرنا، [مکروہ اور مضطر سے شراب اور مردار کے کھانے کی حرمت کا ساقط ہونا]

واضح رہے کہ چوتھی قسم میں وہ احکام ہیں جو عام انسانوں کے حق میں واجب ہونے کے باوجود مخصوص انسانوں کے حق میں ان کے اسباب کے موجب احکام باقی نہ رہنے کی وجہ سے ساقط ہو گئے ہیں۔ تو اس لحاظ سے کہ وہ احکام ان انسانوں سے کلی طور پر ساقط ہو گئے وہ مجاز ہوئے اور اس حیثیت سے کہ وہ احکام دوسرے کے حق میں فی الجملہ مشروع ہیں رخصت کی حقیقت کے مشابہ ہیں۔ اس کی مثال حالت سفر میں قصر کرنا ہے کہ قصر کی صورت میں اصل فریضہ جو چار رکعت ہے، ساقط ہو کر صرف دو رکعت باقی رہ جاتا ہے۔

احکام شرعیہ کے لحاظ سے رخصت کی کوئی تقسیم احناف کے نزدیک نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ وہ رخصت کے احکام کو اس تقسیم رباعی کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں جو ان کے نزدیک معروف و مروج ہے۔

رخصت کی تیسری تقسیم باعتبار کمال و نقصان

کامل اور ناقص ہونے کے لحاظ سے، بعض مسائل میں جب شریعت رخصت دیتی ہے، اور ان کے چھوڑنے کو مباح قرار دیتی ہے، دوسرے وقت میں ان کی قضا لازم قرار نہیں دیتی۔ یہ شریعت کی جانب سے مکمل معاف ہے۔ مثلاً پانی کے دستیاب نہ ہونے کی صورت میں وہ وضو نہ کرنے کو مباح قرار دیتی ہے اور تیمم کا حکم دیتی ہے، تو وضو کی فرضیت سرے سے ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جب رمضان کے مہینہ میں مریض اور مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے، اور افطار کو مباح قرار دیتی ہے، تو اس صورت میں روزوں کی فرضیت مکمل طور پر ختم نہیں ہوتی، بلکہ دوسرے دنوں میں قضا کا وجوب باقی رہتا ہے۔ وہ رخصت جس میں کوئی چیز ذمہ میں باقی نہیں رہتی وہ رخصت



کاملہ ہے، اس کی مثال موزہ پر مسح کرنا اور تیمم کرنا ہے۔ اور وہ رخصت جس کے ساتھ کوئی چیز ذمہ میں باقی رہتی ہے، مثلاً سفر اور مرض کی حالت میں افطار کی رخصت، تو یہ رخصت ناقصہ ہے۔ (البحر المحيط)۔

چوتھی تقسیم: سب رخصت کے اختیاری یا اضطراری ہونے کے اعتبار سے: زرکشی کہتے ہیں کہ رخصت کا سبب کبھی اختیاری ہوتا ہے مثلاً سفر، اور کبھی اضطراری، مثلاً لقمہ کا حلق میں اٹک جانا، جس کی بنا پر شراب پینا جائز ہو جاتا ہے۔

پانچویں تقسیم: تخفیفات کے اعتبار سے: رخصت کی ایک پانچویں تقسیم ہے جسے ابن نجیم نے ”تحقیقات“ سے تعبیر کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

”شریعت کے احکام میں تخفیف کی بہت سی اقسام ہیں، جنہیں ہم شرعی رخصتوں کے احکام کہہ سکتے ہیں“۔

- ۱- ساقط کرنا: مثلاً عذر پائے جانے کی صورت میں عبادات کا ساقط کیا جانا۔
- ۲- کم کرنا: مثلاً سفر میں قصر کرنا اس قول کی بنیاد پر کہ پوری نماز اصل ہے۔
- ۳- بدل دینا: مثلاً وضو اور غسل کی جگہ تیمم کرنا، اور نماز میں بیٹھنے اور لیٹنے کے ذریعہ قیام کی ادائیگی، اسی طرح اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرنا اور روزہ کے بدلے کھانا کھلانا۔
- ۴- پہلے کرنا: مثلاً عرفہ میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھنا، سال پورا ہونے سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی اور رمضان میں صدقہ فطر کی ادائیگی۔
- ۵- تاخیر کرنا: مثلاً مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھنا، مریض اور مسافر کے لیے رمضان کے روزہ کا موخر کیا جانا، اس شخص کے حق میں نماز کا اپنے وقت سے موخر کیا جانا جو کسی ڈوبنے والے وغیرہ کو نکلنے میں مشغول ہو۔
- ۶- ہلکا کرنا: مثلاً پتھر کے ذریعہ استنجا کرنے والے کا جسم پر باقی ماندہ نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا، اور اسکے ہوئے لقمہ کو شراب کے ذریعہ اتارنا۔

۷- تغیر کرنا: مثلاً خوف کی وجہ سے نماز کے طریقے کو بدلنا۔ (الاشباہ و النظائر)

(تخصیص و تسہیل: خ-م-۱ ماخوذ: مجلہ بحث و نظر، دہلی، اکتوبر دسمبر، ۱۹۹۳)